

سوال

میری آپ سے گزارش ہے کہ میں آپ کے سامنے ایک بڑا معاملہ پیش کر رہا ہوں اس کے متعلق فتویٰ جاری کریں، میرے سوال جیسے سوال کا جواب تو ہے لیکن میں مزید کئی امور کی وضاحت چاہتا ہوں، اس لیے آپ اس بنا پر جواب دینا ترک نہ کریں۔

میں کئی برس قبل حقوق کالج سے فارغ ہوا ہوں اور اب ایک وکیل کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں، کالج میں داخلہ لیتے وقت میں دینی معاملات میں کوئی بصیرت نہیں رکھتا تھا، پھر کالج سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور قانون نافذ کرنے کے گناہ کا علم ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے ملک میں تو اکثر قوانین اللہ کی شریعت کے مخالف ہیں، اور اس کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس حالت میں میرا وکیل کے پیشہ کو اختیار کیے رکھنا جائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور کے سامنے مقدمہ پیش کیا جاتا ہے ؟

اور کیا وکالت کا پیشہ اختیار کرنے سے شریعت کے مخالف اور ظالم قوانین کا گناہ مجھے بھی ہو گا ؟ لیکن میں آپ سے اپنے معاملہ میں فتویٰ لینے سے قبل آپ کے سامنے کچھ امور - چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط - پیش کرنا چاہتا ہوں، تا کہ آپ کو معلوم ہو سکے میں میرے اندر کی سوچ کیا ہے تا کہ آپ - اللہ کے حکم سے - میری صحیح راہنمائی کر سکیں، میں شریعت کے مخالف قانون سے کبھی راضی نہیں، چاہے اس کے پیچھے کتنی بھی امتیازی حیثیت حاصل ہو، اور وکالت کا پیشہ اختیار کرتے وقت میں حسب استطاعت اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مخالف قوانین سے دور رہتا ہوں، اور اگر مجھے کوئی ایسا مقدمہ ملے جس میں مجھے شریعت کے مخالف کوئی قانون استعمال کرنا پڑے تو میں اسے قبول ہی نہیں کرتا چاہے مجھے اس کا معاوضہ کتنا بھی زیادہ مل رہا ہو۔ اگر میں یہ ظالمانہ قوانین حق کے حصول کے لیے استعمال کروں نہ کہ باطل کے حصول کے لیے تو کیا میں نے غیر شرعی قوانین کے مطابق فیصلہ کروا رہا ہوں ؟

مثلاً اگر میں نے ٹیکس اور جرمانوں اور سزا کے متعلق خاص قوانین کا سہارا لیا - جو کہ غالباً حدود اللہ کے احکام کے مخالف ہیں - تا کہ میں کسی کا سلب کردہ مال واپس دلوا سکوں، یا جس پر یہ قوانین لاگو کر کے اس کا مال سلب کرنے کا ارادہ ہو تو کیا پھر بھی گناہ ہو گا ؟

میں نے جو امور آپ کے سامنے بیان کیے ہیں جو میرے دل میں جوش مار رہے ہیں ان کے بعد بھی وکالت کا پیشہ اختیار کرنا اور شریعت کے مخالف امور سے دور رہنا بھی اللہ تعالیٰ کی شریعت کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنے مقدمات پیش کرنا کہلائے گا، صرف حقوق کے حصول کے لیے ہی وضعی قوانین کا سہارا لینا بھی صحیح نہیں ؟ اور کیا قانونی کتب پڑھنا اور اس پر مال خرچ کرنا وقت اور مال کا ضیاع شمار ہوتا ہے ؟

اور کیا صرف یہ پڑھائی - اگر فرض کریں کہ میں اس پیشہ کو نہ اپنائوں - اپنے ملک میں نافذ کردہ قوانین اور نظام کو

معلوم کرنے کے لیے ہو۔ چاہے وہ شریعت کے مخالف ہو یا موافق تو کیا پھر بھی حرام ہو گی ؟
 کیا اس سب کچھ کے بعد میں وکالت کا پیشہ بغیر کسی افسوس کے ترک کردوں، اور اپنی اکثر کتابیں جلا دوں، یا کہ اسے ایک جانبی چیز سمجھ کر لوں۔ اور اساسی اور بنیادی روزی کسی اور طریقہ سے کماؤں۔ اور اس سے شریعت کے غیر مخالف قوانین میں اپنی اور دوسرے لوگوں کی ضروریات پوری کروں، اور اپنے حقوق حاصل کریں، اپنے اوپر لاگو قوانین کو معلوم کریں تا کہ ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو، یا پھر شرعی طور پر معتبر مصالح میں سے کوئی حقوق ہم سے نہ چھن سکیں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ آپ کی تکلیف اور مصیبت ختم کرے اور آپ کو غم سے نجات دلائے اور آپ کو زیادہ اجر دے، آپ وکالت کا پیشہ اختیار کرنے کے متعلق جو کچھ پوچھ رہے ہیں اس کا بیان سوال نمبر (9496) کے جواب میں گزر چکا ہے۔

وکالت کا پیشہ فی ذاتہ حرام نہیں؛ کیونکہ اس پیشہ میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کے علاوہ کی تنفیذ نہیں، بلکہ یہ تو مقدمہ میں وکالت اور نیابت ہے، جو کہ جائز وکالت میں شامل ہوتی ہے، لیکن وکیل کو چاہیے کہ وہ مقدمہ لڑنے سے قبل اس معاملہ کو اچھی طرح دیکھ لے کہ آیا وہ صحیح بھی ہے یا نہیں، اور اگر وہ دعویٰ سچا ہو اور اس کا حق مسلوب ہوا ہو اور اس پر واقعتاً ظلم ہوا ہو تو پھر آپ کے اس کی جانب سے مقدمہ لڑنا اور اسے اس کا حق دلانا، اور اس سے ظلم کا خاتمہ کرنا جائز ہے، اور یہ نیکی و بھلائی میں تعاون میں شامل ہو گا۔

لیکن اگر وہ مقدمہ اور معاملہ ایسا ہے جس میں کسی دوسرے کا حق سلب کیا جا رہا ہو اور ان پر زیادتی ہوتی ہو تو پھر آپ کے لیے وہ مقدمہ لڑنا جائز نہیں، اور نہ ہی اس مقدمہ کی وکالت قبول کرنی جائز ہے؛ کیونکہ یہ ظلم و زیادتی اور گناہ و معصیت میں تعاون شمار ہوتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے گناہ و معصیت معاونت کرنے والے کو گناہ و سزا کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے:

اور تم نیکی و بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہو اور گناہ و معصیت اور ظلم و زیادتی میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے المائدة (2)۔

آپ کے مزید اطمینان کے لیے ہم اس مسئلہ میں کچھ اہل علم کے فتاویٰ جات نقل کرتے ہیں:

1 - شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا:

وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں شریعت اسلامیہ کا حکم کیا ہے ؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

" وکالت کا پیشہ اختیار کرنے میں مجھے تو کوئی حرج معلوم نہیں؛ کیونکہ یہ دعویٰ میں وکالت اور اس کا جواب ہے، جبکہ وکیل حق کا متلاشی ہو، اور سب وکلاء کی طرح عمداً جھوٹ نہ بولے "

دیکھیں: فتاویٰ اسلامیہ (3 / 505) .

2 - شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے دریافت کیا گیا:

وکالت کے پیشہ کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے، میں عدالت میں ان تجارتی مقدموں کی پیروی کرتا ہوں جن میں سود کا شبہ ہوتا ہے ؟

شیخ کا جواب تھا:

" بلا شك کسی دوسرے کی جانب سے مقدمہ میں نیابت کرنے میں کوئی حرج والی بات نہیں، لیکن مقدمہ کی نوعیت کو دیکھا جائیگا:

1 - اگر تو وہ حق ہو اور نائب تو صرف اپنے پاس پائے جانے والے حقائق پیش کرے جس میں کوئی جھوٹ اور جعل سازی اور حیلہ بازی نہ ہو، اور وہ صاحب مقدمہ کی نیابت کر رہا ہو تا کہ اس کے دعویٰ کے دلائل پیش کر سکے، یا ان کے ساتھ اس کا دفاع کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں.

2 - لیکن اگر وہ معاملہ اور مقدمہ باطل ہو، یا پھر نائب اور وکیل کسی باطل چیز کے لیے لڑ رہا ہو تو یہ جائز نہیں.

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں:

اور آپ خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں النساء (105) .

اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ اگر مقدمہ اور معاملہ حق ہو اور اس میں کسی بھی قسم کا جھوٹ اور فراڈ استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، خاص کر جب معاملہ والا کمزور ہو اور اپنا دفاع نہ کر سکتا ہو، یا اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے دعویٰ نہ کر سکتا ہو، تو کسی اور شخص کا نائب بننا جو اس سے طاقتور ہو شرعاً جائز ہے.

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

تو اگر وہ جس پر حق ہے وہ بے وقوف ہو یا کمزور یا وہ لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل و انصاف کے ساتھ لکھوائے۔

تو کسی کمزور اور ضعیف شخص کا حق دلوانے کے لیے، یا پھر اس سے ظلم کو روکنے کے لیے اس کا نائب بننا ایک اچھی چیز ہے، لیکن اگر معاملہ اس کے خلاف ہو یعنی اس مقدمہ میں کسی باطل کی معاونت ہوتی ہو، یا پھر ظلم کا دفاع کیا جائے، یا کھوٹی اور جعلی دلائل پیش کیے جائیں اور وکیل یا نائب جانتا ہو کہ یہ مقدمہ اصل میں باطل ہے، اور کسی حرام کام مثلاً سود وغیرہ میں نیابت کرنی جائز نہیں۔

اس لیے کسی بھی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی باطل میں نائب یا وکیل بنے، اور نہ ہی سودی معاملات میں وکالت کرنی چاہیے کیونکہ یہ سود کھانے میں معاونت ہے، اور لعنت میں شامل ہوتی ہے۔

دیکھیں: المنتقى من فتاوى الفوزان (3 / 288)۔

دوم:

اور یہ کہ آپ ایسے ملك میں رہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں ہوتے، اور بشری قوانین کا نفاذ ہے، اس کا معنی یہ نہیں کہ وکالت کا پیشہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وکالت کا پیشہ اس لیے اختیار کیا جائے کہ حق کا حصول کیا جائے، اور لوگوں سے ظلم روکا جائے، کیونکہ مظلوم شخص اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ان بشری قوانین کے مطابق فیصلہ کروانے پر مجبور ہے، وگرنہ لوگ ایک دوسرے کو کھا جائیں، اور معاشرہ میں بدنظمی پیدا ہو جائے۔

لیکن اگر قانون نے اس کے حق میں اس کے حق سے زیادہ فیصلہ دیا تو پھر اس کے لیے زیادہ لینا حرام ہے، بلکہ وہ صرف اپنا حق لے سکتا ہے، اور اپنا حق لینے اور ظلم روکنے کے لیے ان قوانین کا سہارا لینے میں مظلوم کو کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی وکیل پر کوئی گناہ ہے جو مقدمہ میں اس کی طرف سے نیابت کر رہا ہے تا کہ ان قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جائے، بلکہ گناہ تو اس پر ہے جس نے اللہ کی شریعت کے بدلے ان قوانین کو لاگو کیا اور لوگوں پر اسے لازم کیا اور اس کے مطابق فیصلہ کروانے کا کہا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الطرق المکمیة" کے صفحہ نمبر (185) میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

اس لیے ہم آپ کو یہ پیشہ ترک کرنے کی نصیحت نہیں کرتے، بلکہ ہم آپ کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ آپ یہ کام جاری رکھیں، اور ہمیشہ اپنا معیار بلند کرنے کے لیے کتابوں کا مطالعہ کریں، اور بڑے بڑے وکیلوں سے بھی تعلیم

حاصل کریں، کیونکہ لوگ ایک امانتدار اور مخلص وکیل کے محتاج ہیں جو ان کے مقدمات لڑے اور انہیں ظلم سے بچائے اور ان کے حقوق ان کو واپس دلائے۔

لیکن آپ کا ہمیشہ مقصد یہ ہو کہ مظلوم کی مدد و نصرت اور معاونت کرنی ہے، اور اسے اس کا حق دلانا ہے، آپ کو خوشی ہونی چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"جو شخص کسی مظلوم شخص کے ساتھ چلا حتیٰ کہ اس کا حق اسے مل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدم پل صراط پر ثابت رکھے گا جس روز قدم ڈگمگا جائیں گے"

اسے ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب میں حسن قرار دیا ہے۔

واللہ اعلم .